© rasailojaraid.com

ڈاکٹر محمد یوسف فاروقی
شعبہ علوم اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

الاختیار

اسلام کے سیاسی نظام کی ایک فراموش کردہ اصلاح پر ایک نظر

اصطلاحات خواہ کسی بھی نظام زندگی یا فلسفہ حیات سے متعلق ہوں اس اعتبار سے اہم ہوتی ہیں کہ ان کے پس منظر میں ایک فلسفہ اور ایک تاریخ ہوتی ہے جو ان اصطلاحات کا لازمہ ہوتی ہے۔ ان اصطلاحات کو اس تاریخی پس منظر اور فلسفہ کی روشنی ہی میں سمجھا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی بھی نظام زندگی کی معروف اصطلاحات کو نہ ترک کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی ان کی جگہ متبادل الفاظ و کلمات کو استعمال کیا جا سکتا ہے مثلاً "ایمان" دینی ادب میں ایک اصطلاح ہے، اس کا اپنا ایک مفہوم ہے۔ اسلامی تاریخ میں مسلمان علماء اور متکلمین نے ہمیشہ اس مفہوم کی وضاحت خاص انداز میں تفصیل کے ساتھ کی ہے۔ انہوں نے قرآن و سنت کی روشنی میں اور اسلامی تاریخ و تمدن کے سیاق و سباق میں اس کے مفہوم پر بحث کی ہے۔ اس اصطلاح کا اپنا ایک فلسفہ ہے جو تعلیمات وحی اور عہد رسالت مآب کی عملی زندگی کی روشنی میں ممکن ہوتا ہے، اب کوئی دوسرا لفظ یا ترجمہ اس مفہوم کو ادا کرنے سے قاصر ہے۔ اس لیے کہ اس دوسرے لفظ کے پیچھے نہ وہ تاریخ ہے اور نہ وہ فلسفہ ہے۔ اس طرح ہمارے سیاسی ادب میں "خلافت" ایک اصطلاح ہے۔ اس کے پس منظر میں امت مسلمہ کے سنہری دور کی تاریخ ہے۔ خلافت کے موضوع پر فقہا نے بھی بحث کی ہے اور متکلمین نے بھی۔ انہوں نے قرآن و سنت اور ملت اسلامیہ کی اجتماعی اور سیاسی تاریخ کی روشنی میں اس کے مفہوم کی وضاحت کی ہے۔ چنانچہ یہ وہ ادارہ ہے جو بحیثیت نیابت رسول حقوق اللہ اور حقوق العباد کی نگرانی کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ اس لفظ میں ہماری سیاسی تاریخ پنہاں ہے اور ہمارے اجتماعی نظم کا سارا فلسفہ اس میں مضمر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امت مسلمہ کے سیاسی و اجتماعی نظم کی وضاحت کے لیے اس لفظ کا کوئی مترادف نہیں ہے اور نہ ہی کسی دوسرے لفظ میں اتنی جامعیت ہو سکتی ہے۔

مروجہ اصطلاحات مثلاً "اسلامی جمہوریت"، "اسلامی سوشلزم" وغیرہ ہرگز خلافت کا متبادل نہیں ہو سکتیں۔ اس لیے کہ جمہوریت کی تاریخ اور فلسفہ سب کچھ مختلف ہے اس کے پیچھے جو فلسفہ ہے اسے الگ نہیں کیا جا سکتا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور نہ ہی اس تاریخ کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے جس میں جمہوریت کا ارتقاء ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ جب جمہوریت کا تذکرہ کیا جائے تو مغرب کی لادینی تحریکوں کی تاریخ ضرور ذہن میں آتی ہے یا بطور نمونہ کے کوئی تصور ابھرتا ہے تو وہ ویسٹ منسٹر کا یا ایسے ہی کسی لادینی مغربی ملک کا تصور ہوتا ہے۔ اس کے برعکس خلافت و امامت کی بات کی جائے تو امتِ مسلمہ کی درخشاں تاریخ ذہنوں میں تازہ ہو جاتی ہے۔ مثالی نمونہ کے لیے مدینہ منورہ کی اسلامی مملکت کا تصور ابھرتا ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس سے امت کو تاریخی اور جذباتی لگاؤ بھی ہے

ایمان، اسلام، احسان، خلافت و امامت، اجتہاد، اجماع اور شوریٰ ایسی اصطلاحات ہیں جن کا ہماری تہذیب و ثقافت، ہماری روایات اور ہمارے تمدن سے گہرا تعلق ہے اسلامی تہذیب کی تشکیل و تعمیر میں ان کا بہت اہم اور موثر کردار رہا ہے۔ امت مسلمہ کا تشخص اور شناخت بھی اسی تہذیب و تمدن سے وابستگی پر موقوف ہے ان سے انحراف کرنا یا انہیں چھوڑ کر اغیار سے نئی اصطلاحات مستعار لینا دراصل اپنی تہذیب سے قطع تعلق کرنا جو کسی قوم کے لیے موت کا درجہ رکھتی ہے۔ ہمارے مستقبل کی جڑیں ہمارے ماضی سے پیوستہ ہیں ہم اپنے تہذیبی ورثہ کی جڑیں کاٹ کر درخشاں مستقبل کی تعمیر نہیں کر سکتے۔

اس مقالے میں ہم ایک ایسی اصطلاح پر گفتگو کریں گے، جو ہمارے فقہاء نے اسلام کے سیاسی نظام میں استعمال کی ہے لیکن اب متروک ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جدید دور میں ہمارا رجحان لادینی (SEEALAR) اصطلاحات کے استعمال کی طرف بڑھ رہا ہے، اس کے نتائج و اثرات سے بے نیاز ہو کر انہیں عام رواج دیا جا رہا ہے۔

اسلام کے سیاسی نظام میں خلیفہ کے انتخاب کے لیے "الاختیار" بطور اصطلاح استعمال ہوتا رہا ہے۔ لغت میں اس کے معنی ہیں چننا، منتخب کرنا یا ترجیح دینا، لیکن الماوردی اور ابو یعلی حنبلی وغیرہ نے اسے اصطلاحاً سربراہ مملکت یا خلیفہ کے انتخاب کے لیے استعمال کیا ہے۔ اس اصطلاح کی اہمیت کے پیش نظر اس بات کی ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ اس لفظ کا تفصیل کے ساتھ جائزہ لیا جائے اور قرآن و سنت اور اسلامی تاریخ کی روشنی میں اس پر بحث کی جائے اور دیکھا جائے کہ اسلامی نظم مملکت میں اختیار کا کیا مفہوم ہو سکتا ہے۔

"اختیار" کا اصل مادہ خیر ہے جس کے معنی ہیں بھلائی، نیکی، ہر وہ چیز جس میں مصلحت و منفعت ہو اس کی ضد شر ہے۔ صاحب جود و سخی فرد کو کہا جاتا ہے کہ اس میں خیر کا عنصر موجود ہوتا ہے اس کی جمع خیار ہے۔

قرآن حکیم اور احادیث نبوی میں لفظ خیر مختلف صیغوں کے ساتھ استعمال ہوا ہے ان آیات قرآنی اور احادیث نبوی میں کہیں ایمان و عقائد کو خیر کہا گیا ہے تو کہیں عمل صالح کو خیر بتایا گیا ہے۔ کبھی اخلاق اعمال کو بطور خیر ذکر کیا گیا ہے تو کہیں اطاعت رسول کو خیر کا درجہ دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ علم و حکمت تزکیہ نفس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور تطہیر اعمال کو بھی خیر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مثلاً قرآن کریم انسانوں کو دعوت دیتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق و صداقت کا جو پیغام لے کر آئے ہیں اس پر ایمان لائیں پھر قرآن کریم اس قبول ایمان کو خیر بتاتا ہے۔

یا ایها الناس قد جاءکم الحق من ربکم فامنوا خیراً لکم (النساء ۴: ۱۷۰)

اے لوگو اللہ کے رسول تمہارے رب کی جانب سے حق لے کر آئے ہیں۔ لہٰذا تم ایمان لے آؤ یہی تمہارے لیے "خیر" ہے۔

ایک اور جگہ آخرت پر ایمان اور اس کے لیے تیاری کو بھی خیر کہا گیا ہے۔ اس لیے کہ آخرت کی یاد تزکیہ نفس کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

قد افلح من تزکّٰی و ذکر اسم ربه فصلّٰی، بل تؤثرون الحیٰوة الدنیا والاٰخرة خیرٌ وابقٰی (الاعلیٰ ۸۷: ۱۴-۱۷)

کامیاب ہوا وہ جس نے اپنے آپ کو پاک صاف کیا اور اپنے رب کا نام یاد کیا اور نماز پڑھی۔ مگر تم لوگ تو دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، حالانکہ آخرت بہتر اور پائیدار ہے۔ سورۂ تغابن میں اہل ایمان کی کئی نمایاں صفات کا ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنا، رسول علیہ السلام کے پیغام کو غور سے سننا اور اس پر عمل کرنا، اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا وغیرہ۔ ان کو ذکر کر کے قرآن کہتا ہے کہ یہ سب تمہارے لیے خیر ہے۔

فاتقوا اللّٰه ما استطعتم واسمعوا واطیعوا وانفقوا خیراً لانفسکم (التغابن ۶۴: ۱۶)

سو جہاں تک ہو سکے اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اس کے احکام کو سنو اور اطاعت کرو اور اس کی راہ میں خرچ کرو یہی تمہارے حق میں بہتر (خیر) ہے۔

انفاق کا اصل مقصد تو اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہوتا ہے لیکن انفاق کی برکتوں کے نتیجہ میں معاشرہ اور فرد دونوں کی فلاح و بہبود کا کام آگے بڑھتا ہے اس لیے فرد اور معاشرہ دونوں کی فلاح و بہبود کے لیے کام کرتے رہنا بھی خیر ہے۔ بلکہ قرآن حکیم نے تو اس مال کو بھی جو حلال و جائز طریقہ سے کمایا گیا ہو، اور پھر اس میں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا جائے خیر کہا ہے۔

یسئلونک ماذا ینفقون قل ما انفقتم من خیرٍ فللوالدین والاقربین والیتٰمٰی والمساکین وابن السبیل وما تفعلوا من خیرٍ فان اللّٰه به علیم (البقرہ ۲: ۲۱۵)

لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں، فرما دیجیے کہ تم جو کچھ اپنے پاکیزہ مال میں خرچ کرو وہ اپنے والدین، اقارب و رشتہ دار، یتیموں، مساکین اور مسافروں کی خیر خواہی کے لیے خرچ کرو، اور تم جو بھی خیر کا کام کرو گے اللہ تعالیٰ یقیناً اس سے باخبر ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ (البقرہ ۲، ۲۱۹)

لوگ پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں ۔ فرما دیجئے کہ جو تمھاری ضرورت سے زیادہ ہو اسے خرچ کریں ۔

وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْہِ اللّٰہِ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ یُّوَفَّ اِلَیْکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ (البقرہ ۲)

" اور تم صرف اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے لیے خرچ کرتے ہو اور جو پاکیزہ مال (خیر) تم خرچ کرتے ہو تمھیں اس کا پورا پورا اجر دیا جائے گا ۔ اور بلکل ظلم نہیں کیا جائے گا۔ انفاق فی سبیل اللہ کی بے شمار صورتیں ہیں بہت سے طریقے ہیں یہ جس صورت میں بھی ہو خیر ہے ۔

اعمال صالحہ خواہ ان کا تعلق عبارات سے ہو یا اخلاقیات سے وہ خیر ہی کے زمرے میں آتے ہیں مثلاً اس آیت مبارکہ کو دیکھئے ۔

واقیمو الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وما تقدموا لانفسکم من خیر تجدوہ عند اللہ (البقرہ ۲-۱۱۰)

نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور جو بھی اچھا عمل آخرت کے لیے کروگے اسے اللہ تعالیٰ کے ہاں ضرور پاؤگے " یا مثلاً ۔

وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (البقرہ ۲- ۱۸۴)

" روزے رکھو کہ یہ تمھارے لیے بہتر (خیر) ہے اگر تم سمجھو تو "

سورہ بقرہ میں مشہور آیاتِ بِرّ میں اہل ایمان کی بہت سی اہم صفات کا ذکر ہے مثلاً اللہ تعالیٰ پر ایمان، یوم آخرت پر ایمان، اللہ تعالیٰ کی کتاب اور انبیاء علیہم السلام پر ایمان، اپنا اچھا اور پسندیدہ مال اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنے اقارب، یتیموں، مساکین، مسافر، ضرورتمندوں اور قیدیوں پر خرچ کرنا، نظام صلوٰۃ قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا ایفائے عہد کرنا، شدت و تکالیف اور معرکہ کارزار میں صبر واشت قامت پر قائم رہنا، یہ سب تقویٰ کے مظاہر ہیں اور تقویٰ کو قرآن کریم نے خیر کہا ہے ۔ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی " (البقرہ ۲-۱۹۷) زاد راہ لے لو، اور جان لو کہ تقویٰ بہترین زاد راہ ہے ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ تمام خیر ہی کی مختلف صورتیں ہیں ۔

اچھے معاشرے کی یہ علامت ہے کہ وہاں لوگ برائی سے اجتناب کرتے ہوں اور اگر غلطی سرزد ہو جائے تو احساس ندامت و شرمندگی محسوس کریں اور پھر اس احساس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کریں تو یہ عمل بھی خیر ہے ۔

وَاِنْ یَّتُوْبُوْا یَکُ خَیْرًا لَّھُمْ (التوبہ ۹-۷۴)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر لوگ توبہ کریں تو یہ ان کے حق میں خیر ہو گا۔

وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ (الاعراف ۷-۲۶)

" اور تقویٰ کا لباس سب سے بہتر ہے "

حکمت کا لفظ بہت جامع ہے جو قرآن حکیم میں متعدد جگہ آیا ہے حکمت وہ بصیرت و دانائی ہے جو اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام اور خاص لوگوں کو عطا فرماتا ہے۔ ایمان و یقین بھی حکمت میں شامل ہیں۔ دین کی بصیرت، علم و تفقہ اور قول و عمل کی سچائی بھی حکمت ہے، اشیاء کی حقیقت کا ادراک اعمال صالحہ اور اخلاقی اقدار کی پاسداری بھی حکمت کے زمرے میں آتی ہے۔ عدل و انصاف کرنا اور عقل و دانائی سے کام لینا بھی حکمت ہی کا حصہ ہے۔ پھر ان سب کا مجموعہ قرآن کریم کی اصلاح میں خیر کثیر ہے

وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا (البقرہ ۲-۲۶۹)

جس کو حکمت و دانائی مل گئی اسے خیر کثیر مل گیا۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ معاشرہ جو صحیح عقائد پر قائم ہو، جس میں دین کا فہم موجود ہو، قلوب بصیرت سے منور ہوں، عملی زندگی میں اخلاقی اقدار اجاگر ہوں، انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے سعی اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے جہاد کا عمل جاری ہو، اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی نعمت حاصل ہے۔ ایسے ہی معاشرہ میں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں اور یہی معاشرہ خیر کثیر کا حامل ہے۔ [۱]

یہ خیر جب کسی فرد یا معاشرہ کو حاصل ہو تو اس کی یہ ذمہ داری ہے کہ اس خیر کو اپنے تک ہی محدود نہ رکھے بلکہ اس میں دوسروں کو بھی شریک کرے۔ اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ خیر کی دعوت دنیا بھر کے لوگوں کو پہنچائے۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (آل عمران ۳-۱۰۴)

" اور چاہیے کہ تم میں ایک جماعت ایسی ہو جو لوگوں کو خیر کی دعوت دے معروف کا حکم کرے اور منکر سے روکے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔"

اس آیت مبارکہ میں امت مسلمہ کو اپنی ذات کی تکمیل کے ساتھ ساتھ دوسروں کی بھی تکمیل کا حکم دیا گیا ہے ساری انسانیت کی فلاح و نجات اور ان کو راہ ہدایت دکھانے اور پیغام الٰہی کو پہنچانے

---

[۱] خیر کثیر کو مزید سمجھنے کے لیے شاہ ولی اللہ کا رسالہ " الخیر الکثیر " دیکھئے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی ذمہ داری امت مسلمہ پر عائد ہوتی ہے۔ دوسروں تک علم وعرفان کی روشنی پہنچانا، اچھائی اور نیکی کو معاشرہ میں قائم کرنا اور برائیوں کی بیخ کنی کرنا امت کا فرض ہے، گویا خود ہدایت یافتہ ہونا کافی نہیں بلکہ دوسروں کی ہدایت اور ان کی فلاح وسعادت کے لیے جدوجہد بھی ضروری ہے۔ اس فریضہ کو وہی لوگ بہتر طور پر انجام دے سکتے ہیں جن کی اپنی زندگیوں میں معروف غالب اور منکر مغلوب ہو۔ یا جنہیں حکمت اور خیر کثیر حاصل ہو، قرآن وسنت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ خیر کے قیام اور شر کی روک تھام کے لیے مسلسل جہاد کی ضرورت ہے۔

آل عمران کی مذکورہ آیت مبارکہ سے ہم یہ استدلال کر سکتے ہیں کہ اہل ایمان جب تزکیہ نفس اور تطہیر اعمال کر لیتے ہیں، علم وعمل سے آراستہ ہو چکے ہیں اور اعلیٰ اخلاقی اقدار کے حامل ہو جاتے ہیں۔ تو اپنی زندگی کی "تکمیل کر لیتے" ہیں، پھر ان پر یہ فریضہ عائد ہو جاتا ہے کہ دوسروں کی ہدایت اور ان کی زندگی کی تکمیل کا فریضہ بھی انجام دیں، اس لیے کہ اب ان میں یہ صلاحیت اور استطاعت پیدا ہو گئی ہے کہ وہ اس خیر کو دوسروں تک منتقل کر سکیں، اس لیے کہ تزکیہ نفس کے بعد وہ لوگ مکمل نظم وضبط، انتہائی ایثار واخلاص، کمال درجہ صبر واستقامت اور پورے احساس امانت کے ساتھ جدوجہد کرتے ہیں یہ جدوجہد بہت مؤثر ہوتی ہے اہل ایمان کی یہی جدوجہد دعوت الی اللہ یا دعوت الی الخیر کہلاتی ہے۔ قاضی بیضاوی نے اس آیت مبارکہ میں دعوت الی الخیر کا مفہوم یہ بتایا ہے "یہم الدعا الی ما فیہ صلاح دینی اور دنیوی" اس سے مراد ان تمام چیزوں کی طرف دعوت دینا ہے جن میں دین ودنیا کی اصلاح مقصد ہو۔ یہ دعوت کل خیر کی طرف ہوتی ہے جس میں دین کا ہر شعبہ داخل ہے، عقائد بھی عبادات بھی اخلاق بھی معاملات بھی، انفرادی امور بھی اور اجتماعی امور بھی۔ انبیاء علیہم السلام پر وحی اس لیے نازل ہوتی ہے کہ وہ فعل الخیرات کا فریضہ انجام دیں۔

وَاَوْحَیْنَآ اِلَیْہِمْ فِعْلَ الْخَیْرٰتِ (الانبیاء ۲۱-۷۳)

ہم نے ان پر وحی نازل کی بھلائی کے کام کرنے کے لیے۔

© rasailojaraid.com